ABSTRACT

URF AS A SOURCE OF ISLAMIC LAW

Change is a definite phenomenon in human life. Societies change with the passage of time. Due to the scientific inventions the world has become a global village.

In modern time the most important thing for the Islamic jurists is to find an Islamic solution to the modern problems and to give such an interpretation to the Islamic laws to encompass the rapidly changing world and its needs.

If the interpretations of these circumstances are done in the light of Urf or Habit, it can prove helpful in getting more balanced and adequate solution. Urf is from Irfan which means knowledge, having acquaintance or simply knowing.

A saying or action which is proved through Reason or Sharia is called "Maroof" and it is opposite to "Munkir" or denial. "Adat" or Habit is also used as Urf. Urf and "Adat" are Synonymous. Every quality which is liked by reason and which satisfies the conscience is called Urf and the action which is done by people perpetually, with all the reason and experience and is considered correct naturally is called Urf.

Besides, Urf, Rituals and Customs have different kinds. Some of them are related with the practical life and human rights. And some of them are related with ethics and values, some are related with costumes and the way of life and others are connected only with satisfaction of self and nothing else.

The basic sources of Islamic Law are Quran and Sunnah. Both of them are not revealed in a single day. In the beginning there was the first verse of "Sura Iqra" and nothing else. The people were converting to Islam and the number was increasing day by day. Here a question arises that if law in Arabic means the criterion to have a correct estimation then what were the Islamic Laws at the beginning.

As an answer to this question this explanation is quite appropriate that the basis of Islamic Laws were actually those rites and traditions which were the remnants of Ibrahimi Millat and were established among Arabs at that time. Islam discarded all the bad factors and accepted the remaining with some modification and reformation.

Urf or Custom shall not be considered as the sole basis of Sharias if we do so then it will pave the way for certain bad things like Ribbah (interest) and Gambling which are entirely against the principles of Sharia and this will certainly distort the basic structure of Sharia in totality. Therefore, such an Urf which is in contrast with the basic principles of Sharia shall be shun and considered null and void. With the change in Urf and Customs of the society the Law will also be changed provided that the Law/Rule is for a specific time and people. It does not mean that a Law/Rule of the Quran and Sunnah shall be changed but it will be considered that a specific Law/Rule was based on a certain Urf and because that Urf is no more in vogue, therefore, the specific Law/Rule will not be practiced anymore.

Keeping in mind the sayings of Islamic Jurists it can be concluded that Urf is not a permanent argument of Sharia that a Law should be made only on the basis of Urf but it is a source and an argument through which an understanding of the jargon of the Sharia's rule and the register of the two opposing sides in a certain matter is understood and which can help delimit some loose matter and ascertain some definite argument.

عرف بحیثیت مأخذ قانون شریعت

۱۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن
۲۔ ڈاکٹر حافظ عبدالغفور

انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق مصلحتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات کی تبدیلی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی معاشرے یا سوسائٹی (Society) کا وجود صدیوں تک محفوظ رہے سائنسی اکتشافات کی وجہ سے دنیا ایک گلوبل ویلیج (Global Village) بن گئی ہے۔ اس لئے آج کل سائنسی دور میں معاشرتی تبدیلی تو سالوں کی بات ہے چند سال گزرنے سے حالات ایسے تغیر پزیر ہوتے ہیں کہ قریبی زمانہ کے واقعات قصہ پارینہ کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔

معاشرتی حالات کی تبدیلی سے مسائل کا پیدا ہونا لازمی بات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید دور کے نت نئے مسائل کا گزشتہ اوقات میں تصور بھی نہیں تھا بلکہ آئندہ وَیَخلُقُ مَا لَا تَعلَمُون (۱) کی ایجادات و اکتشافات ابھی تصورات کے دائرہ سے خارج ہیں۔

اس دور میں اہم ترین اور بنیادی مسئلہ جدید مسائل کا فقہی حل اور دنیا کے بدلتے ہوئے نظام پر اسلامی قانون کا انطباق ہے۔ حالات کی اس تبدیلی سے تعبیر اگر عرف و عادت اور تعامل سے کیا جائے تو شاید جدید مسائل کا متوازن اور مناسب حل پیش کرنے کے لئے یہ زیادہ معاون اور ممد ثابت ہوگا۔

عرف کی تعریف:

عرف عَرَفَ یَعرِفُ عُرفَةً وَعِرفَاناً سے ماخوذ ہے۔ عرفان کے معنی ہیں علم، پہچاننا، جاننا، (۲) معروف: اسم لکل فعل یعرف حسنه بالعقل او الشرع۔ و هو خلاف المنکر۔ معروف ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو۔ اور یہ منکر کی ضد ہے۔ (۳)

عادت کا لفظ بھی عرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عرف و عادت دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ عادت کا لفظ عود سے بنا ہے۔ عاد یعود عوداً و عیاداً کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ (۴) ''مجلّہ'' کے فاضل شارح شرح التحریر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ العادة هی الامر المتکرر من غیر علاقة عقلیة۔ (۵) عادت سے مراد وہ امور ہیں جو بغیر کسی عقلی تعلق کے بار بار کیے جاتے ہوں۔

قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) عرف کے معنی لکھتے ہیں۔ کل خصلة حسنة تر تضیها العقول و تطمئن الیها النفوس (٦) ہر وہ اچھی خصلت جس کو عقل پسند کرے اور جی اس پر مطمئن ہو۔ عرف نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے در پے کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ (۷)

۱۔ اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف ملاکنڈ۔
۲۔ پروفیسر، سیرت سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف پشاور۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) عرف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں العرف و العادة ما استقر فی النفوس من جهة العقول و تلقته الطباع السليمة بالقبول (۸) عرف وعادت وہ باتیں ہیں جو ذوق سلیم کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی وجہ سے دل میں جگہ پکڑ لیں۔

علامہ ابن نجیمؒ (م ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں العادة عبارة عما يستقر فی النفوس من الامور المتكررة المقبولة عند الطباع السليمة (۹) عادت سے مراد روزمرہ کے وہ معاملات ہیں جو طبیعت سلیمہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور بار بار کرنے سے انسانی دل میں جگہ پکڑ لیں۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان عرف کے متعلق لکھتے ہیں

العرف ما ألفه المجتمع واعتاده و سار عليه فی حياته من قول او فعل (۱۰) وہ قول و عمل جو کہ معاشرہ انسانی اس کو اپنا عادت بنائیں۔

دائرہ معارف اسلامیہ کے مضمون نگار جی ایل لیوز عرف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ وہ عمل جسے لوگ عقل اور تجربہ کی بنیاد پر تواتر کے ساتھ کرتے ہوں اور اس کا فطری طور پر حق ہونا مسلم ہو۔ (۱۱)

عرف کی اقسام:

فقہاء نے عرف کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ (۱) عرف عام (۲) عرف خاص

۱۔ عرف عام۔ عرف کی یہ قسم عمومی حیثیت سے رائج ہوتا ہے، کسی خاص طبقہ، پیشہ یا علاقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔

۲۔ عرف خاص۔ جو کسی خاص علاقے یا پیشہ یا کاروباری طبقہ میں رائج کو۔ عام لوگوں کے لئے یہ اصطلاح یا تو اجنبی ہو یا ان کے معانی مختلف ہو

اس کے علاوہ عرف و رسم رواج کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض وہ جو عملی زندگی اور حقوق انسانی سے متعلق ہوتے ہیں اور بعض وہ جو اخلاق و آداب سے تعلق رکھتے ہیں، بعض وہ جو لباس اور طرز معاشرت سے متعلق ہوتے ہیں اور بعض وہ جن کا مطلب تسکین و تسلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ (۱۲)

عرف و عادت کے شرعی دلائل:

اسلامی قانون کے بنیادی ماٰخذ قرآن و سنت ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک دن میں مدون نہیں ہوئیں۔ شروع میں سورۃ ''اقرأ'' کی پہلی پانچ آیتوں کے علاوہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ لوگ مسلمان ہونے لگے تھے اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قانون کے معنی عربی زبان میں مقياس كل شئى (۱۳) (ہر چیز کے اندازہ کرنے والا آلہ) اور جامع و ضروری قواعد ہیں (۱۴) تو ابتداء میں اسلامی قانون کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں یہ بات واضح کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ اسلامی قانون کی بنیاد اصل میں عرب کے اس رسم رواج پر تھی جو ملت ابراہیمی کے بقایاجات کے طور پر وہاں مروج تھا۔ اسلام نے عرب کے اس رواجی قانون کے غلط اور فاسد عناصر کو نکال کر بقیہ امور میں ضروری اصلاح و اضافہ کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔ (۱۵)

کی شرط، حق وراثت وتصرف کے لئے عصبہ(۲۵) ہونے کی شرط عربوں کی عرف ورواج ہی کی بنیاد پر عائد کی گئیں۔(۲۶) اسی طرح تملیک جائداد کی مختلف صورتیں بیع، ھبہ، رھن، اجارہ وغیرہ اس وقت کے معاشرے میں رائج تھیں اس کو قائم رکھا اور سودی کاروبار اور خرید وفروخت کے بعض طریقوں کو خلاف شرع قرار دے کر موقوف کیا۔(۲۷)

اسی طرح اس زمانے میں عدالتی کاروائی کے لئے مدعی سے دعویٰ کے ثبوت پر گواہ طلب کئے جاتے تھے۔ اگر گواہ نہ ہوتے اور مدعاعلیہ انکار کرتا تو مدعاعلیہ کو قسم دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے اس رواج کو برقرار رکھا۔ حدیث میں آتا ہے البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه(۲۸) یعنی گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم مدعاعلیہ کے ذمہ ہے۔

امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے غیر منصوص احکام کی بنیاد قول صحابی اور اھل مدینہ کے تعامل (عرف) پر رکھی۔ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اوران کے شاگردوں نے اپنے ہاں کے مختلف عرفوں کی وجہ سے بہت سے احکام میں آپس میں اختلاف کیا۔ امام شافعیؒ (م 204ھ) جب مصر آئے تو انھوں نے اپنی بعض آراء جو قیام بغداد کے دوران قائم کی تھیں، بدل دیں، کیونکہ دونوں مقامات کے عرف مختلف تھے، اسی لئے امام شافعیؒ کی دو آراء ہیں۔ ایک قدیم اور دوسری جدید۔(۲۹)

ان مجتہدین اور فقہاء اسلام پر یہ بات عیاں تھی کہ دنیا کے حالات اور اقوام عالم کی عادات ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتی۔ دنیا تغیرات زمانہ اور انقلابات احوال کا نام ہے اور جس طرح یہ تبدیلیاں افراد ساعت اور شہروں میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کے تمام گوشوں، تمام زمانوں اور تمام حکومتوں میں واقع ہوتی ہیں۔ خدا کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ظاہر ہے کہ اس انقلاب احوال کے نتیجے میں لوگوں کے فلاح و بہبود کے معیار بھی بدل جاتے ہیں۔ چونکہ ہر قانون کی اساس و بنیاد بندوں کی بہتری کے لئے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ شرعی احکام میں بھی ضروری اور مناسب تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

حافظ ابن قیم الجوزی (م ۷۵۱ھ) اس اصول کی اثبات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ هـذا فصل عظيم النفع جداً۔ وقـع بسـب الـجهـل بـه غـلـط عـظيـم على الشريعة اوجب من الحرج والمشقة و تكليف مالا سبيل اليه ما يعلم ان الشـريـعة البـاهـرة التي في اعلىٰ رتب المصالح لا تأتي به، فان الشريعة مبنا ها واسا سها على الحكم و مصالح العباد فـي الـمعاش والمعاد، وهي عدل كلها ورحمة كلها، ومصالح كلها، وحكمة كلها فكل مسئلة خرجت عن العدل الـى الـجـور وعـن الرحمة الى ضدها وعن المصلحة الى المفسدة وعن الحكمة الى العبث فليست من الشريعة وان أدخـلـت فيها بالتاويل فالشّرعية عدل الله بين عباده، ورحمة بين خلقه۔۔۔۔۔۔ فهي بها الحياة والغذاء والدواء والنور والشـفـاء والـعـصـمة، وكـل خيـر فـي الجود فانما هو مستفاد منها، وحاصل بها، وكل نقص في الوجود فسببه من اضاعتها۔۔۔۔ فالشريعة التي بعث الله بها رسوله هو عمود العالم، وقطب الفلاح والسعادة في الدنيا والاخرة(۳۰)

یعنی یہ بڑی مفید اور اہم بحث ہے اس سے ناواقفیت کے باعث لوگوں نے شریعت کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی پیدا کی جس سے شریعت اسلامیہ کے دائرہ کو محدود کر کے دشواری تنگی اور استطاعت سے ماوراء تکلیف پیدا کردی ہے جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ

قرآن مجید میں عرف اور معروف کے الفاظ متعدد مقامات پر آئے ہیں جن میں چند آیات کریمہ یہ ہیں۔

۱۔ خذ العفو وأمر بالعرف و اعرض عن الجاهلين (۱۶) عفو ودرگزر سے کام لیجئے عرف کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے نہ الجھئے۔

۲۔ الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقاً على المتقين (۱۷) اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے پرہیز گاروں پر یہ ایک حق ہے۔

۳۔ ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف (۱۸) اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔

عرف سے متعلق متعدد روایات احادیث کے مبارک ذخیرہ میں موجود ہیں جن میں سے چند روایات یہ ہیں۔

۱۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ ؓ کے ایک ایسے گروہ سے گزرے جو نر کھجور کا گودا (بیج) مادہ کھجور میں ڈال رہے تھے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر لوگوں نے عرض کیا کہ نر کھجور کا گودا مادہ میں ڈال رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے اس ارشاد کی تعمیل میں یہ عمل چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھجوریں اچھی نہ ہوئیں۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ انما أنا بشر اذا أمرتكم بشئى من دينكم فخذوه و اذا أمرتكم بشئى من رأيى فانما أنا بشر انتم اعلم بأمر دنياكم (۱۹) یعنی میں بھی انسان ہوں جب میں تمھیں دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں (کسی دنیوی معاملے میں) اپنے رائے سے کوئی حکم دوں تو میں بھی انسان ہوں تم اپنے دنیوی امور میں (مجھ سے) زیادہ واقف ہو۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا قول ہے ما رأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن۔ (۲۰) یعنی جو بات عام مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہو وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔

اما بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اپنی الجامع الصحیح بخاری کے کتاب البیوع میں عرف کے حوالے سے مستقل باب ان الفاظ سے قائم کیا ہے۔ باب من اجرى الامر الامصار على ما يتعارفون بينهم فى البيوع والاجارة والمكيال والوزن و سنتهم على نياتهم وَمذاهبهم المشهورة (۲۱) یعنی شہروں کے لوگوں کے طور طریقوں پر خرید و فروخت، اجارہ، ناپ تول میں ان کے عرف اور نیتوں اور ان کے مشہور طریقوں پر حکم دیا جائے گا۔ اس میں امام بخاریؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قاضی شریحؒ (م ۷۸ھ) نے عمر فاروقؓ کے عہد میں سوت کاتنے والوں سے فرمایا سنتكم بينكم (۲۲) تمہارے رسم رواج کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ بتانا تھا کہ عرف پر اعتماد کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ (۲۳)

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (م ۱۱۷۶ھ) عرف کے بارے میں فرماتے ہیں۔ هى مادة تشريعة (۲۴) یہ (عربوں کا عرف) ماخذ شریعت ہے۔

شارع نے عربوں کے عرف کو ملحوظ رکھا، چنانچہ عاقلہ (خون بہا کے ذمہ دار لوگ) پر دیت، یا نکاح میں کفو (ہمسر) ہونے

ا۔ استصناع(Manufacturing Contract):

استصناع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔(۳۳) اصطلاح میں استصناع ایک ایسی چیز پر کیا گیا عقد ہے جس کی صفات متعین ہوں اوران صفات کے مطابق اس چیز کو بنوانا مقصود ہو۔فقہاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔ھی عقد علی بیع فی الذمة شرط فیه العمل۔(۳۴) یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جوذمہ میں ہواور اس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں چیز کے وجود مین آنے سے پہلے ہی اس کا سودا ہوجاتا ہے۔اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہےتو اس سے استصناع کا عقد مکمل ہوجاتا ہے۔چونکہ استصناع میں ایسی چیز کی بیع کی جاتی ہے جو انسان کے پاس نہیں ہےلھذا یہ بیع جائزنہیں ہونا چاہیے کیونکہ حدیث میں"ما لیس عند الانسان"یعنی ایسی چیز جوانسان کے پاس نہیں ہےاس کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳۵)

علامہ عینیؒ (م۸۵۵ھ) فرماتے ہیں اگر چہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہےلیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکماً موجود سمجھا جائے گا۔آپ لکھتے ہیں۔

ان المعدوم قدیعتبر حکمًا أی من حیث الحکم کالناس لتسمیة عند الذبح فان التسمیة جعلت موجودة لعذر الانسان والطهارة للمستحاضة جعلت موجودة لعذر جواز الصلوة لئلاتتضاعف الواجبات فکذلك المستصنع المعدوم جعل موجودًا حکماً لتعامل الناس (۳۶)

یعنی کبھی کبھی معدوم چیز کو(انسان کے اعذار کے پیش نظر)حکمًا موجود سمجھا جاتا ہے۔جیسے ذبح کرتے وقت تسمیہ بھول کر ذبیحہ پاک ہےاور یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا حکمًا تسمیہ موجود ہے۔اسی طرح مستحاضہ اگر چہ ناپاک ہوتی ہےلیکن اس کی مجبوری کے پیش نظر نماز کے وقت اسے حکمًا پاک قرار دیا جاتا ہے۔لھذا یہاں عقد استصناع میں لوگوں کی تعامل کی وجہ سے معدوم چیز کو موجود فرض کرلیا جائے گا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں۔ویصح الاستصناع عند المالکیة والشافعیة والحنابلة علی اساس عقد السلم وعرف الناس (۳۷) مالکیہ،شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع بیع سلم کی اساس اورعرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔

علماءاحناف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ویجوز عند الحنیفة استحسانًا لتعامل الناس وتعار فهم علیه فی سائر الاعصار من غیر نکیر (۳۸) علماءاحناف استحساناًاس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل آرہاہےاور تمام زمانوں میں لوگ اس پرعمل کرتے آئے ہیں۔

(۲) بیع کی قسموں میں سے ایک بیع سلم ہے۔اسے فقہاء کرام مختصر انداز میں بیع الآجل بالعاجل (۳۹) کہتے ہیں۔

ا۔ استصناع (Manufacturing Contract):

استصناع عربی زبان کالفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔(۳۳) اصطلاح میں استصناع ایک ایسی چیز پر کیا گیا عقد ہے جس کی صفات متعین ہوں اوران صفات کے مطابق اس چیز کو بنوانا مقصود ہو۔فقہاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔ھی عقد علی بیع فی الذمة شرط فیه العمل۔(۳۴) یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جو ذمہ میں ہواوراس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں چیز کے وجود مین آنے سے پہلے ہی اس کا سودا ہوجاتا ہے۔اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہے تو اس سے استصناع کا عقد مکمل ہوجاتا ہے۔چونکہ استصناع میں ایسی چیز کی بیع کی جاتی ہے جو انسان کے پاس نہیں ہے لھذا یہ بیع جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حدیث میں "ما لیس عند الانسان" یعنی ایسی چیز جوانسان کے پاس نہیں ہے اس کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳۵)

علامہ عینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں اگر چہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکماً موجود سمجھا جائے گا۔آپ لکھتے ہیں۔

ان المعدوم قدیعتبر حکمًا أی من حیث الحکم کالناس لتسمیة عند الذبح فان التسمیة جعلت موجودة لعذر الانسان والطھارة للمستحاضة جعلت موجودة لعذر جواز الصلوة لئلاتتضاعف الواجبات فکذلك المستصنع المعدوم جعل موجودًا حکماً لتعامل الناس (۳۶)

یعنی کبھی کبھی معدوم چیز کو (انسان کے اعذار کے پیش نظر) حکماً موجود سمجھا جاتا ہے۔جیسے ذبح کرتے وقت تسمیہ بھول کر ذبیحہ پاک ہے اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا حکماً تسمیہ موجود ہے۔اسی طرح مستحاضہ اگر چہ ناپاک ہوتی ہے لیکن اس کی مجبوری کے پیش نظر نماز کے وقت اسے حکماً پاک قرار دیا جاتا ہے۔لھذا یہاں عقد استصناع میں لوگوں کی تعامل کی وجہ سے معدوم چیز کو موجود فرض کرلیا جائے گا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں۔ویصح الاستصناع عند المالکیة والشافعیة والحنابلة علی اساس عقد السلم وعرف الناس (۳۷) مالکیہ،شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع بیع سلم کی اساس اور عرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔

علماء احناف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ویجوز عند الحنیفة استحسانًا لتعامل الناس وتعار فھم علیه فی سائر الاعصار من غیر نکیر (۳۸) علماء احناف استحساناً اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل آرہا ہے اور تمام زمانوں میں لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔

(۲) بیع کی قسموں میں سے ایک بیع سلم ہے۔اسے فقہاء کرام مختصر انداز میں بیع الآجل بالعاجل (۳۹) کہتے ہیں۔

یعنی فوری چیز (قیمت) کے ذریعے بعد میں ملنے والی چیز مبیع کو خریدنا۔ گویا قیمت نقد ہے اور بیچی جانے والی چیز مؤخر ہے۔ حدیث شریف سے بیع سلم کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ قدم رسول اللهؐ المدينة والناس يسلفون فى الثمر العام والعامين أو قال:عامين او ثلاثة شك اسماعيل فقال: من سلف فليسلف فى كيل معلوم و وزن معلوم الىٰ اجل معلوم (۴۰)

جب رسول اللہؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ ایک یا دو سال یا فرمایا دو یا تین سال (اسماعیل نامی راوی کو شک ہے) کے لئے پھلوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیع سلم کریں اسے چاہئے کہ متعین پیمانے، متعین وزن اور متعین مدت کے لئے کرے۔

حدیث میں مذکور بیع سلم کے شرائط کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ دردیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان يضبط المسلم فيه بعادته التى جرى بها العرف من كيل فما يكال كالحب أو وزن فيما يوزن كالسمن والعسل او عدد فيما يعد كالرّمان والبيض (۴۱)

مسلم فیہ (خریدی ہوئی چیز) کو اس طریقے سے متعین کرنا ضروری ہے جس طرح اسے متعین کرنے کا عرف ہو، لہٰذا ناپی جانے والی چیز کا تعین ناپ کے ذریعے کیا جائے جیسے گندم۔ تول کردی جانے والی چیز کا تعین تول کے ذریعے کیا جائے جیسے گھی اور شہد اور گن کردی جانے والی چیز کا تعین شمار کر کے کیا جائے جیسے انار اور انڈے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جو اور گیہوں (کیلی) ماپ کر فروخت کئے جاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا البر بالبر كيلاً بكيل والشعير بالشعير كيلاً بكيل یعنی جو اور گیہوں پیمانوں سے ماپ کر ہی فروخت کئے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ طریقہ بدل گیا۔ جو اور گیہوں وزن کر کے فروخت ہونے لگے اور آج بھی وزن ہی کا رواج ہے۔ تو کیا یہ طریقہ حدیث مذکور کے مخالف ہونے کے سبب سے قابل قبول نہ ہوگا؟ مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس حکم شرعی کا اتباع واجب ہے نہ کہ جدید عرف کا۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ان سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک استحساناً حکم شرع ترک کردینا اور عرف کا اتباع ضروری ہے کیونکہ حکم شرع کا مطمع نظر عرف ہی تھا۔

مجلّہ کے فاضل شارح امام ابو یوسف کی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

على هذه الراوية التفصيل، و هو انه عند تعارض النّص والعرف ينظر، فان كان النص مبنيا على العرف ۔ فالا عتبار للعرف والا فللنص (۴۳)

امام ابو یوسفؒ کی رائے کی تفصیل یہ ہے کہ نص شرعی اور عرف میں تعارض کے وقت دیکھا جائے گا اگر نص شرعی عرف و رواج پر مبنی ہو تو (عرف کی تبدیلی سے جدید) عرف کا اعتبار ہوگا اور اگر نص شرعی عرف پر مبنی نہ ہو تو عرف کا اعتبار نہ ہوگا۔

علامہ قرافی (م ۶۸۴ھ) مالکی لکھتے ہیں و كل ما هو فى الشريعة يتبع العوائد يتغير الحكم فيه عند تغير العادة الى

ما تقتضیہ العادۃ المتجددۃ۔ (۴۴) شریعت کے وہ تمام احکام جو عرف و عادت پر مبنی ہو عرف کے تغیر کے بعد نئے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہو جائیں گے۔

(۳) علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں۔ و افتاؤ ھم بالعفو عن طین الشارع للضرورۃ و بیع الوفاء والاستصناع والشرب من السقا بلا بیان مقدارما یشرب و دخول الحمام بلا بیان مدۃ المکث ومقدار ما یصب من الماء واستقراض العجین والخبز بلا وزن و غیر ذالک مما بنی علی العرف و قد ذکر من ذالک فی الاشباہ مسائل کثیرۃ (فھذہ) کلھا قد تغیرت احکامھا لتغیر الزمان اما للضرورۃ واما للعرف و اما لقرائن الاحوال و کل ذالک غیر خارج عن المذھب لان صاحب المذھب لو کان فی ھذا الزمان لقال بھا و لو حدث ھذا التغیر فی زمانہ لم ینص علی خلافھا(۴۵)

ضرورت کی بناء پر سڑک کے کیچڑ سے درگزر، بیع الوفا(۴۶) عقد استصناع، پینے کی مقدار بتائے بغیر مشکیزہ سے پینا، ٹھہرنے کی مدت بتائے بغیر حمام میں داخل ہونا اوراسی طرح پانی کی مقدار بتائے بغیر استعمال کرنا، بلاوزن کئے ہوئے روٹی اور گوندے ہوئے آٹے کا قرض لیناوغیرہ ان احکام میں سے ہیں جو عرف پر مبنی ہے۔اس قسم کے بہت سے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں،توان سب مسائل میں تغیر زمانہ کی وجہ سے احکام میں تغیر ہوا ہے یاتو ضرورت کی بناپر یا عرف کی بناء پراور یا قرائن احوال کی بناء پر،ان تمام مسائل میں مذھب سے خروج نہیں ہوا ہے،اس لئے کہ صاحب مذھب اس زمانے میں موجود ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے اور اگران کے زمانہ میں عرف ورواج کا یہ تغیر رونما ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

(۴) ایک اورجگہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں۔

وفی الحاوی سئل محمد بن سلمۃ عن اجرۃ السمسار فقال: ارجوا انّہ لا بأس بہ وان کان فاسدًا فی الاصل لکثرۃ التعامل و کثیر من ھذا غیر جائز، فجوزہ لحاجۃ الناس الیہ کدخول الحمام(۴۷)

حاوی میں ہے کہ محمد بن سلمہ سے سمسار کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا توانہوں نے فرمایا کہ مجھےامید ہےاس میں کوئی حرج نہیں اگر چہ اصل کے اعتبار سے فاسد ہےلیکن کثرت تعامل کی وجہ سے یہ عقد جائز ہےاس جیسے دیگر بہت سے معاملات قیاس کے تقاضے کے مطابق ناجائز ہیں،لیکن لوگوں کی ضرورت کی بنیاد پرانہیں جائزقرار دیا گیا ہے۔جیسے حمام میں داخل ہونے کی اجرت۔

(۵) علامہ کاسانیؒ شرکۃ الابدان (۴۸)اورشرکۃ الوجوہ (۴۹) کے حوالے سے جواز وعدم جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ان الناس یتعاملون بھذا لنوعین فی سائر الاعصار من غیر انکار علیھم من احد و قال علیہ الصلوۃ والسلام: لا یجتمع امتی علی الضلالۃ (۵۰) بلاشبہ لوگ تمام زمانوں میں شرکت کی ان دونوں صورتوں کواختیار کرتے رہے ہیں اوران پر کسی نے نکیرنہیں کی اوررسول اللہﷺ کاارشادگرامی ہے"میری امت گمراہی پرجمع نہیں ہوسکتی"۔

لہٰذا بغیرنکیر کےاس عقد کارواج پذیر ہونا اس کے جواز کی دلیل ہے۔

(۶) امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کی نزدیک امامت آذان، تدریس اور دیگر امور دینیہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ چونکہ یہ سب کام عبادات میں سے ہیں اور عبادات خالص اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے انجام دینے چاہئیں۔ بعض روایات میں ایسے امور پر اجرت لینے پر وعید بھی آئی ہے۔ (۵۱) لیکن بعد کے دور میں جب حالات بدل گئے۔ بیت المال سے اساتذہ کے جو وظائف مقرر تھے وہ موقوف ہو گئے تو متاخرین فقہاء نے رواج بدل جانے کے سبب اس قسم کی اجرت لینے کا فتویٰ دیا۔

برھان الدین مرغینانیؒ (م ۵۹۳ھ) لکھتے ہیں۔ وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظهر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن و علیہ الفتوٰی (۵۲)

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کے لئے اجرت کو مستحسن قرار دیا ہے اس لئے کی دینی امور میں سستی پیدا ہو گئی ہے اس کی ممانعت میں حفظ قرآن کے ضیاع کا خدشہ ہے۔ اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

(۷) اسی طرح علمائے متاخرین کے نزدیک وقف شدہ جائیداد اور یتیم کی جائیداد کے غصب کرنے والے پر اس منافع کا بھی تاوان لازم ہوگا جو منافع مغصوبہ جائیداد سے حاصل ہوا ہو۔ حالانکہ یہ فتویٰ مذہب حنفی کے اس قاعدے کے خلاف ہے۔ ولا یضمن الغاصب منافع ما غصبہ (۵۳) یعنی غاصب پر منافع کا تاوان واجب الادا نہیں۔ چونکہ یتیم کے بے بسی اور اوقاف کا کوئی متعین مالک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا قوی اندیشہ تھا کہ اس پر لوگ جری ہو جائیں گے لہٰذا فقہاء متاخرین نے یتیموں اور وقف شدہ جائیداد کے غصب کرنے والوں پر فائدہ اٹھانے کا تاوان بھی لازم قرار دیا۔ مجلّہ کے فاضل شارح لکھتے ہیں لکن المتاخرین افتوا استحسانا بضمان المنافع فی مال الوقف والیتیم و ما فی حکمہ کالصغیر والمعتوہ والمجنون لماشاھدوا اطماع الناس فی مال الوقف والیتیم۔ (۵۴)

جب متاخرین علماء نے وقف، یتیموں، بچہ، پاگل اور دیوانہ کے اموال میں لوگوں کی حرص دیکھی تو استحساناً اس بات کو جائز قرار دیا کہ غاصب کو مغصوبہ سے نفع اٹھانے کا تاوان وصول کیا جائے۔

(۸) فقہاء نے یمین (قسم) کے باب میں ذکر کیا ہے کہ اگر قسموں میں شرعی عرف اور اھل زمانہ کے عرف میں تعارض ہو تو اھل زمانہ کا عرف مقدم ہوگا اور اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

مجلّہ کی شارح علامہ ابن نجیمؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ قال فی الاشباہ اذا تعارض العرف مع الشرع قدم عرف استعمال خصوصاً فی الایمان فاذا حلف لا یجلس علی الفراش او علی البساط او لا یستضیٔ بالسراج لم یحنث بجلوسہ علی الارض ولا بالاستضاءۃ بالشمس وان سماھا اللہ فراشا و بساطاً و سمی الشمس سراجاً۔ وان حلف لا یأکل لحماً لم یحنث باکل لحم السمک وان سماھا اللہ لحماً۔ ولو حلف لا یجلس تحت سقف فجلس تحت السماء لم یحنث وان سماھا اللہ تعالیٰ سقفاً (۵۵)

''الاشباہ'' میں مذکور ہے کہ جب عرف اور حکم شرعی معارض ہو تو عرف مستعمل مقدم ہوگا بالخصوص قسموں میں، پس اگر کسی نے

قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط (قالین) پر نہیں بیٹھے گا یا سراج (چراغ) کی روشنی سے مستفید نہیں ہوگا تو زمین پر بیٹھنے سے اور سورج کی روشنی سے مستفید ہونے پر حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوگا۔ اگر چہ قرآن مجید نے زمین کو فراش (۵۶) اور بساط (۵۷) کہا ہے اور سورج کو سراج کہا ہے (۵۸) اگر کسی نے گوشت نہ کھانے کی قسم کھا کر مچھلی کھالی) تو عرف ہی کی بنیاد پر) اسے حانث نہیں سمجھا جائے گا اگر چہ قرآن مجید (عرف شرع) میں مچھلی کو گوشت کہا گیا ہے۔ (۵۹) اگر کسی نے حلف اٹھایا کہ وہ سَقف (چھت) کے نیچے نہیں بیٹھے گا تو آسمان کے نیچے بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا اگر چہ قرآن مجید (عرف شرع) میں آسمان کو سقف (چھت) کہا گیا ہے۔ (۶۰)

عرف سے متعلق کلیات:

عرف کی بنیاد پر درجہ ذیل فقہی قواعد فقہاء کرام نے وضع کیں ہیں۔

(۱) الثّابت بالعرف کالثابت بالنص (۶۱) جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ "المجلۃ" میں یوں مذکور ہے۔ التعین بالعرف کالتعین بالنص (۶۲) جو عرف سے متعین ہو گویا وہ نص سے متعین ہے۔

(۲) استعمال الناس حجۃ یجب العمل بھا (۶۳) لوگوں کا تعامل حجت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۳) لا ینکر تغیر الاحکام بتبدل الازمان (۶۴) زمانہ کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی قابل انکار نہیں۔

(۴) الحقیقۃ تترك بدلالۃ العادۃ (۶۵) لفظ کا معنی حقیقی معنی عرفی کے مقابلے میں ترک کیا جائے گا۔

(۵) المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً (۶۶) جس طرح مشروط میں شرائط کی پابندی لازمی ہوتی ہے اسی طرح دستور میں عرف عام کی پابندی ناگزیر ہے۔

(۶) المعروف بین التجار کالمشروط بینھم (۶۷) جو بات تاجروں کی عرف میں رائج ہو تو وہ گویا ایک ایسی شرط کی مانند ہے جو ان میں طے ہو چکی ہو۔

(۷) الممتنع عادۃ کالممتنع حقیقۃ (۶۸) جو چیز عرفاً مُحال ہو تو وہ گویا حقیقتاً بھی مُحال ہے۔

(۸) العادۃ محکمۃ یعنی ان العادۃ عامۃ کانت او ر خاصۃ تجعل حکماً لا ثبات حکم شرعی (۶۹) حکم شرعی ثابت کرنے کے لئے عرف فیصلہ کن ضابطہ ہے خواہ عام ہو یا خاص۔

عرف قبول کرنے کے لئے شرائط:

مذکورہ بالا قواعد سے یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہئے کہ عرف ورواج کو معیار شرعی قرار دینے سے پھر معاشرے کا کونسا مسئلہ نا قابل حل ہے۔ سود، جوا اور دیگر مروجہ غیر شرعی احکام کو بھی سہارا مل سکتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ اس سے شریعت کی پوری شکل بگڑ سکتی ہے۔

عرف کو اعتبار دینے میں یہ بنیادی شرط ہے کہ عرف ایسا نہ ہو جو کسی منصوص حکم سے متصادم ہو ورنہ جہاں ایسا عرف ہو جس سے حکم شرعی معطل ہوتا ہو یا کسی ظاہری نص کو چھوڑنے پر منتج ہو تو ایسے عرف کو اعتبار نہیں دیا جائے گا اور شریعت مطہرہ کے ظاہری اور محکم نصوص پر کاربند رہنا ہوگا البتہ جب حکم شرعی عرف ورواج پر مبنی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں عرف و رواج بدلنے سے حکم بھی بدل جائے گا لیکن اس وقت بھی عرف کی یہ حیثیت نہ ہوگی کہ وہ قرآن وسنت کے فیصلہ کو بدل دیں بلکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ سابق حکم عرف پر مبنی ہونے کی وجہ سے اتنی ہی مدت تک کے لئے تھا مثلاً اس حدیث کی رو سے البر بالبر کیلاً بکیل و الشعیر بالشعیر کیلاً بکیلٍ۔ (۷۰) یعنی جو اور گیہوں پیمانوں سے ناپ کر فروخت کئے جائیں۔ مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو اور گندم کو کیلی (ناپ سے بیچی جانے والی چیزیں) شمار کرکے اس کا حکم بیان فرمایا مگر اب یہ وزنی (وزن سے بیچے والی چیزیں) بن گئیں ہیں۔ تو ان چیزوں میں عرف کی وجہ سے حکم کی تبدیلی ضروری ہوگی۔

عرف وعادت قبول کرنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عرف وعادت جس پر فیصلہ کیا جائے ایسی معقول ہونی چاہئے کہ طبائع سلیمہ کے نزدیک مقبول ہو جیسا کہ عرف کی تعریف میں ہم نے ذکر کیا المقبولة عند الطباع السلیمة۔ اسی طرح عرف کا عام اور شائع ہونا ضروری ہے "مجلة" میں مذکور ہے انما تعتبر العادة اذا اطردت او غلبت (۷۱)

یعنی وہی عرف وعادت معتبر ہوگا جو مسلسل ہو اور عام ہو چکا ہو، اور اسی طرح مجلّہ کی یہ عبارت ہے۔ العبرة للغالب الشائع لا للنادر۔ (۷۲) یعنی وہ عرف معتبر ہوگا جو غالب اور عام ہو چکا ہو اور نادر نہ ہو۔

الغرض عرف کے بارے میں علماء اصول اور فقہاء کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عرف کوئی مستقل دلیل شریعت نہیں ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ یا واقعہ میں محض عرف کی بنیاد پر کوئی قانون بنایا جائے البتہ یہ ایسا مأخذ اور دلیل ضرور ہے جس کے ذریعے شریعت کے نصوص کے الفاظ کا ادارک، کسی معاملہ میں فریقین کے الفاظ سمجھنے، عام میں تخصیص پیدا کرنے اور کسی مطلق کو مقید کرنے میں معاون اور مؤثر وسیلہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) سورۃ النحل:8

(2) بلیاوی، ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، **مصباح اللغات**، ملتان، دارالحدیث بیرون بوہڑ گیٹ، ص545، مادہ عرف

(3) ابراھیم انیس دکتور، عبدالحلیم منتصر دکتور، عطیہ الصوالحی، محمد خلف اللہ احمد، **المعجم الوسیط**، ایران، مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیۃ 1408ھ طبع سوم، ص595 ، مادہ عرف

(4) **مصباح اللغات**، ص582، مادہ عود

(5) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، **شرح المجلۃ**، کوئٹہ، المکتبۃ حبیبیہ کانسی روڈ 79/1، المادہ 36، سن طباعت ندارد

(6) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی، **فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر**، بیروت، احیاء التراث العربی 279/2، سورۃ الاعراف:199

(7) نعمانی، مولانا عبدالرشید نعمانی، **لغات القرآن**، کراچی، دارالاشاعت اردو بازار 1994ء، 278/4

(8) ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین، **شرح عقود المفتی**، کراچی، قدیمی کتب خانی، آرام باغ، ص37

(9) ابن نجیم، زین الدین بن ابراھیم المعروف بابن نجیم، **الاشباہ والنظائر**، مصر، مطبع حسینیہ 1322ھ ص63

(10) زیدان، دکتور عبدالکریم زیدان، **الوجیز فی اصول فقہ**، بیروت، موسسۃ الرسالۃ 1987ء، ص252

(11) دانش گاہ پنجاب لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ 1976ء طبع اول، 264/13، مادہ عرف

(12) محمصانی، ڈاکٹر صبحی محمصانی، **فلسفۃ التشریع الاسلامی** (اردو ترجمہ) محمد احمد رضوی، لاہور، **مجلس ترقی ادب** 1999ء طبع دہم، ص247

(13) ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، **لسان العرب**، بیروت، دارصادر 1968ء 229/7، مادہ: قانون

(14) الغزالی، ابوحامد محمد الغزالی، **المستصفی من علم الاصول**، مصر، المطبعۃ الامیریہ 1937ء، 08/1

(15) شام، شہرام اقبال، **اسلام میں قانون سازی کا تصور اور طریق کار**، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی 2004ء طبع پنجم، ص23 وڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، لاہور، بیکن بکس 2005ء ص81-82

(16) سورۃ الاعراف:199

(17) سورۃ البقرۃ:180

(18) سورۃ البقرۃ:228

(19) مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری انیشا پوری، **الجامع الصحیح مسلم**، بیروت، دار الجیل سن طباعت ندارد 95/7 باب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معائشین الدنیا علی سبیل الرأی

(20) العبدلی، الشریف منصور بن عون العبدلی، **مرویات ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الکتب الستۃ وموطاء و مسند احمد**، جدہ، دار

الشروق 1985ء، 313/1
(21) بخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ 1961ء طبع دوم، کتاب البیوع، باب من اجری الامر الامصار علی ما یتعارفون بینھم فی البیوع۔ 294/1
(22) ایضاً
(23) ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، قاھرہ، دارالریان للتراث 1407ھ، کتاب البیوع، باب من اجری الامر الامصار علی ما یتعارفون بینھم فی البیوع۔ 474/4
(24) شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد بن عبدالرحیم الدھلوی، حجۃ اللہ البالغہ، لاھور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص 123
(25) عصبہ عربی زبان میں پٹھے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں عصبہ وہ شخص ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو اور جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے۔ گنگوہی، محمد حنیف گنگوہی، الصبح النوری، کراچی، دارالاشاعت اردو بازار 1986ء، 353/2
(26) خلاف، عبد الوھاب خلاف، علم اصول فقہ (اردو ترجمہ) میر محمد حسین، اسلامی قانون کے سرچشمے، لاھور، اسلامک پبلی کیشنز، 2001ء، ص 119
(27) امینی۔ محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، لاھور، اسلامک پبلکیشنز 2006ء، ص 281
(28) الترمذی، ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذی، سنن الترمذی، بیروت، دارعمران، کتاب الاحکام، باب ما جاء ان البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، 626/3، رقم الحدیث 1341
(29) خلاف، عبدالوھاب خلاف، علم اصول فقہ (اردو ترجمہ) میر محمد حسین اسلامی قانون کے سرچشمے، ص 119
(30) الجوزی، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العالمین، مصر، مکتبہ منیریہ، فصل فی تغیر الفتوٰی ص 150-149
(31) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح المجلۃ، کوئٹہ، المکتبۃ حبیبیہ کانسی روڈ، 1/81-82
(32) ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، ص 39
(33) الزبیدی، سید محمد مرتضٰی الزبیدی، تاج العروس، بیروت، دارصادر 1386ھ، 422/5، مادہ "صنع"
(34) الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، 2/5
(35) الشافعیؒ، امام محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، بیروت، دارقتیبہ 1416ھ طبع اول، 288/6
(36) العینی، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی، البنایۃ شرح الھدایۃ، مکۃ المکرمۃ، المکتبۃ الامدادیۃ 1396ھ طبع اول، 214/3
(37) الزحیلی، ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، بیروت، دارالفکر 1404ھ طبع اول، 632/4
(38) ایضاً

(39) شیخی زادہ، عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان، **مجمع الانھر مع شرحہ ملتقی الابحر**، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1419ھ طبع اول، 137/3

(40) بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب السلم، باب السلم فی کیل معلوم، 298/1، و ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داود**، بیروت، دار الجیل 1992ء، کتاب البیوع، باب فی السلف، 273/3، رقم الحدیث 3463

(41) الدردیر، ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر، **شرح الصغیر**، مصر، دار المعارف، 276/3

(42) ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی، **المغنی**، مطبعۃ المنار، 136/4

(43) البنانی، رستم باز اللبنانی، **شرح المجلۃ**، قندھار افغانستان، محمد رفیق ونعمت اللہ تاجران کتب بازار ارگ، ص 34، المادۃ 36:

(44) قرافی، شھاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی مصری، **الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام**، مصر، مطبع انوار 1937ء، ص 67-68

(45) ابن عابدین الشامی، سید محمد امین الشامی، **شرح عقود رسم المفتی**، ص 38

(46) شہروں میں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جتنا روپیہ قرض لینا یا دینا ہوتا ہے، مقروض اپنا مکان قرض دینے والے کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کر دیتا ہے کہ وہ جب قرض ادا کرے گا تو اپنا مکان واپس لے لے گا اور پھر وہ مکان بدستور اس کی ملک میں آجائے گا۔ فقہاء اس کو بیع الوفا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین، **رد المحتار**، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی طبع اول 1406ھ، 346/4

(47) ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی، **رد المحتار**، 63/6

(48) شرکۃ الابدان کی حقیقت یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کئے جائیں اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں۔ مثلاً دو درزی آپس میں اس بات میں اشتراک کرلیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئے گا ہم اسے مل کر سئیں گے اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے اسے شرکۃ الابدان، شرکۃ الصنائع اور شرکۃ التقبل بھی کہا جاتا ہے۔ الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، 56/6

(49) شرکۃ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان ادھار لاتے ہیں اور آگے فروخت کر کے نفع حاصل کرتے ہیں جو کہ شرکاء میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ علماء احناف اور حنابلہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جبکہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں۔ القفال، سیف الدین ابو بکر بن احمد بن احمد الشاسی القفال، حلیۃ العلاء فی معرفۃ مذاھب الفقہاء المملکۃ الاردنیہ الھاشمیہ، عمان، مکتبۃ الرسالۃ الحدیثۃ طبع اول 1988ء، 102/5

(50) الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، 58/6

(51) الترمذی، ابوعیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، **سنن الترمذی**، ابواب الصلوٰۃ، ما جاء فی کراھیۃ ان یأخذ المؤذن علی الاذان اجراً 409/1، رقم الحدیث 209، والمرغینانی، برھان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایۃ شرح بدایہ**

المبتدی، پشاور، مکتبہ اسلامیہ قصہ خوانی، 301/3، والقزوینی، حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزیر القزوینی، **سنن ابن ماجہ**، بیروت، دارالفکر، کتاب التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن، 12/2، رقم الحدیث، 2157-2158

(52) المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایۃ**، 301/3

(53) ایضاً، 381/3

(54) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، **شرح المجلۃ**، 92/1

(55) ایضاً، 87/1

(56) الذی جعل لکم الارض فراشاً۔ سورۃ البقرہ:22

(57) واللہ جعل لکم الارض بساطاً۔ سورۃ نوح:19

(58) تبٰرک الذی جعل فی السّمآء بروجاً وجعل فیھا سراجاً و قمراً منیرًا۔ سورۃ الفرقان:61

(59) وھو الذی سخر البحر لتا کلوا منہ لحماً طریّاً۔ سورۃ النحل:14

(60) وجعلنا السماء سقفاً محفوظًا۔ سورۃ الانبیاء:32

(61) ابن عابدین، سید محمد امین الشھیر بابن عابدین، **شرح عقود رسم المفتی**۔ ص 37

(62) **مجلۃ الاحکام العدلیۃ**، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، مادہ:45

(63) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، **شرح المجلۃ**، 86/1

(64) ایضاً، 91/1

(65) ایضاً، 93/1

(66) ایضاً، 100/1

(67) ایضاً، 101/1

(68) ایضاً، 88/1

(69) ایضاً، 78/1

(70) ابن قدامہ، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی، **المغنی**، 136/4

(71) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، **شرح المجلۃ**، 95/1

(72) ایضاً، 97/1